سماجی درد کا شاعر۔۔۔۔۔زبیرالحسن غافل

ڈاکٹر محمد یحیٰ صبا

سماجی درد کا شاعر زبیرالحسن غافل کچھ عرصہ قبل جج کے عہدے سے سبکدوش ہوئے تھے۔زبیرالحسن کی پیدائش ۲۷ جنوری ۱۹۴۴ء میں ایک متوسط زمیندار گھرانے میں ہوئی۔۱۹۴۴ء میں بی۔ایس۔سی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد والد کے حاکم سے قانون میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۴۸ء میں بی۔ایل کرنے کے بعد ۱۹۴۹ء میں سول کورٹ اررِیا میں وکالت شروع کی۔۱۹۷۵ء میں منصف کے مقابلہ جاتی امتحان میں شریک ہوئے اوران کو کامیابی نصیب ہوئی۔جس بعد وہ بہار کے مختلف ضلع میں بطور منصف کے عہدے پر فائز رہے۔جنوری ۲۰۰۴ء میں بہار کے مظفر پور سے ایڈیشنل ڈسٹرسکٹ جج کے عہدے سے سبکدوش ہوئے ہیں۔

زبیرلحسن غافل نے اردو ادب باضابطہ طور پرنہیں پڑھی تھی بلکہ شاعری کا شوق انہیں اپنے والد صاحب سے ملی تھی۔ان کے والد بھی شاعری کرلیا کرتے تھے۔دوران طالب علمی وہ صرف اپنے ذاتی ذوق وشوق کی بنیاد پر اردو زبان میں کچھ اشعار وغیرہ لکھ لیا کرتے تھے۔منصف کے ملازمت کے دوران چونکہ ان کا واسطہ لوگوں کے زندگی کے مسائل سے رہا ہے۔وہ طرح طرح کے مسائل کو دیکھ رہے تھے کہ لوگ اس سے کیسے جوجھ رہے ہیں،ایسی حالت میں انہوں نے زندگی کو قریب سے سمجھا۔سماج میں پھیلے ہوئے درد کا احساس انہیں خوب ہوا۔وہ اپنے دل کی بے چینی کو دور کرنا چاہتے تھے۔شاعری ہی وہ ذریعہ ہے جس میں انسان اپنے درد کا اظہار بہت اچھے انداز میں کرسکتا ہے۔ویسے بھی ان کا شوق شعروشاعری کرنا ہی تھا اس لیے انہوں نے زندگی کو شاعری

کے قلب میں اتارنا شروع کر دیا۔لیکن انہوں نے اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا کہ اپنی طرف سے لوگوں کے دلوں کو ٹھیس نہ پہنچائیں اسی لیے انہوں نے اپنی شاعری میں شوخی کا مزاج بھی شامل کیا۔ان کی شاعری کو پڑھنے سے لگتا ہے کہ ان کے مزاج میں شوخی ہے۔وہ خوش اخلاق ہیں،شاید یہ ان کو ورثہ میں ملا ہے۔ان کی پوری شاعری عوامی وسماجی مسائل کے ارد گرد ہی گھومتی ہوئی دکھائی دیتی ہے اسی لیے انہیں عوامی اور سماجی درد کا شاعر کہنا غلط نہ ہوگا۔جس طرح نظیر اکبر آبادی کی شاعری میں عوامی مسائل ملتے ہیں اسی طرح ان کے اشعار میں بھی علاقائی اور عوامی مسائل ملتے ہیں۔نظیر اکبر آبادی کی شاعری کو پڑھنے کے بعد اس وقت کا سماج پوری طرح سے سامنے دکھائی دینے لگتا ہے۔نظیر نے اپنی شاعری کو صرف دل لگی کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اپنی شاعری کو سماج اور عوام کا ترجمان بنا دیا۔آج بھی نظیر اکبر آبادی کے اشعار پڑھیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ تو آج کے سماج اور عوام کا درد ہے۔زبیر الحسن غافل نے بھی اپنی شاعری کو عوام وسماج کا ترجمان بنانا چاہا انہوں نے صرف اس میں ظرافت کو شامل کر دیا وہ اس وجہ سے کہ انہوں نے بطور جج کورٹ میں لوگوں کو پریشان حال دیکھا تھا۔اس لیے انہوں نے شاعری میں ظرافت کو شامل کیا یا یوں کہیں کہ انہوں نے ظریفانہ شاعری کی۔ان کا ایک مجموعہ ''اجنبی شہر'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

زبیر الحسن غافل شاعری کے اصناف میں غزلیں،نظمیں،قطعات اور ماہیے سب لکھتے ہیں۔وہ ان کی تشکیل وتخلیق میں مہارت بھی رکھتے ہیں۔ہر چند کہ وہ ظریفانہ شاعری کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں لیکن سنجیدہ شاعری سے بھی انہیں گریز نہیں۔ظریفانہ شاعری میں بھی انہوں نے فن شاعری کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔شعر کی صحت اور شعریت کا پاس رکھا ہے۔دلکشی اور شگفتگی کا بھی خیال رکھا ہے۔چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

آج نکلا ہے حوصلہ دل کا
لے لیا بوسہ پائے قاتل کا
دیکھ کر میری رفعت پرواز
منہ ہوا زرد ماہ کامل کا
ایسی حالت ہوگئی سڑکوں کی اس سرکا میں

بیل گاڑی کا مزہ آنے لگا ہے کار میں
کیوں اسے لے جا رہے ہو تم ابھی سے ہسپتال
جان بچنے کی ابھی امید ہے بیمار میں
سارے دھندوں میں تو اب گھاٹا ہی گھاٹا ہے یہاں
کچھ منافع ہے تو بس اغوا کے کاروبار میں

بیشک زبیرالحسن غافل کی ظریفانہ شاعری میں صرف مزاح نہیں ہے بلکہ اس میں طنز بھی ہے۔اس میں لطف بھی ہے اور اصلاح بھی۔ درج بالا پہلے کے دو اشعار خالص ظریفانہ ہیں جن میں لطف و انبساط کی مقدار زیادہ ہے۔جس میں دلی سکون اور روحانی خوشی شامل ہے۔ بعد کے اشعار میں طنز اور مزاح کی ملی جلی کیفیات شامل ہیں جن میں اصلاح بھی ہے اور انشائیہ انداز بھی۔ کچھ اور اشعار دیکھیں:

عورتوں کے ہاتھ میں جب اقتدار آ جائے گا
گھر کے اندر قید پھر مردوں کا رکھا جائے گا
جا نہیں سکتی کچن میں کوئی بھی خاتون اب
پاس ہوگا دیش میں ایسا ہی اک قانون اب
بیویوں کے آگے اپنا سر اٹھا سکتا نہیں
حکم ان پر اب کوئی شوہر چلا سکتا نہیں
آگ اور دھماکوں کے کھیل سے بہلتا ہے
آج کے زمانے میں آدمی ہوا بچہ

زبیرالحسن غافل کی طنزیہ اور مزاحیہ شاعری اپنے عہد کے سماج کی ترجمانی کرتی ہے۔وہ سماج کے درد کی بات کو طنز و مزاح کے پیکر میں بڑی خوش اسلوبی اور فنی لطافت کے ساتھ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں اور اپنے دلی جذبات و احساسات ،خیالات و محسوسات کو اپنی نظموں میں بیان کرتے ہیں۔ان کے اسلوب میں کہیں پھوہڑ پن نہیں۔ایک سے ایک تلخ بات کہہ جاتے ہیں جس کا اثر کافی دیرپا ہوتا ہے۔

زبیرالحسن غافل حساس دل کے مالک ہیں وہ عصری مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں اور اپنے طنزیہ انداز اور مزاحیہ شاعری کو ظریفانہ اسلوب میں پیش کر کے نہایت ہی اہم مسئلہ کو پیش کرنے کا مجاز رکھتے ہیں۔ان کی مہذب مزاحیہ شاعری میں ظرافت کی ساری خوبیاں موجود ہیں۔ وہ پوشیدہ معاملات ومسائل سے پردہ اٹھانے کا کام بھی کرتے ہیں۔انہوں نے سیاسی واقعات اور چارہ گھوٹالے جیسے بڑے واقعات کو خوبصورتی سے بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

یہ مویشی کے مسیحا یہ طبیبِ جانور
کھا گئے چارہ انہیں کا جن کے تھے یہ چارہ گر
زور سے اپنے قلم کے پہلے پھیلائی وبا
پھر چکستا کے لئے مانگی حکومت سے دوا
جو دوائیں دی گئی تھیں جانور کے واسطے
ان کو بھی بازار میں یہ بیچ کر سب کھا گئے
پھر وبا میں مر گئے سارے کے سارے جانور
جن کو بانٹا تھا انہوں نے پہلے فرضی نام پر
ان غریبوں کو نیا اک جانور پھر سے ملے
اس لئے موٹی رقم بھیجی انہیں سرکار نے
پھر وہی ترکیب پہلے کی سی دہرائی گئی
یعنی فرضی نام پر ساری رقم کھائی گئی

زبیرالحسن غافل کی شاعری میں لفظوں کا دروبست، خیال کا تسلسل، بیان میں پختگی، اسلوب میں دلکشی اور زبان میں شیرینی سب کچھ موجود ہے۔ یہ نہایت ہی سنجیدہ موضوع ہے جس کو سلیقے سے برتا گیا ہے۔ غافل نے اپنے عہد کی سچائی کو ایمانداری اور خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔لیکن کہیں بھی ظریفانہ شاعری سے سودا نہیں کیا ہے اور نہ سنجیدہ شاعری کا دامن چھوڑا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ غافل نے صرف ظریفانہ شاعری سے لوگوں کا دل بہلایا ہے۔اس کے ساتھ انہوں نے اچھی اور سنجیدہ شاعری بھی کی ہے جس میں عصری آگہی، سماجی وملی احساس کی ترجمانی

اور درد و کرب کا اظہار بھی کیا ہے۔ اپنے دل کے حالات کا بھی ذکر کیا ہے اور ذات کے ساتھ کائنات کا منظر نامہ بھی پیش کیا ہے۔ نشاط کا نغمہ اور درد کا نوحہ بھی سنایا ہے۔ روایتی، کلاسیکی اور جدت نگاری کا اچھا مظاہرہ کیا ہے۔

زبیر الحسن غافل کی شاعری کا مطالعہ و محاسبہ اس حقیقت کا انکشاف کرتا ہے کہ ان کی شاعری میں درد و کرب، رنج والم اور دل کی المناکی کا اظہار بے باکی سے کیا ہے۔ وہ چاہے اپنوں کے بچھڑنے کا غم ہو یا دنیا کی بے ڈھنگی چال کا مرثیہ۔ فسادات کے تذکرے ہوں یا انسانی دکھ درد کا المیہ۔ ان سب کے باوجود انہوں نے شعری لطافت اور حسن سخن کا لحاظ ضرور رکھا ہے۔ ان کی شاعری میں حقیقت نگاری کے ساتھ غور وفکر کی دعوت بھی ملتی ہے۔ تجربات اور مشاہدات کے اشارے بھی ملتے ہیں۔ خوبصورت شاعری کی جھلکیاں بھی جا بہ جا دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مضامین کی تازہ کاری کا احساس بھی ہوتا ہے۔ سوز و گداز اور سادگی و پرکاری کے نقوش بھی عکس ریز ہیں۔ ان کی غزلوں کے اشعار میں جو رچا ہوا غم، ذہنی خلش اور کسک زیر تخلیق آئی ہیں ان کا تاثر اور تیور قابلِ داد ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

بے وجہ بھی ان آنکھوں میں آجاتے ہیں آنسو
کیوں آپ مرا دیدۂ تر دیکھ کے چپ ہیں
ہم حق کی حمایت پہ تو آمادہ ہیں لیکن
نیزوں پہ لٹکتے ہوئے سر دیکھ کے چپ ہیں
شرم آنکھوں سے رخ سے حیا لے گئی
جانے تہذیب نو اور کیا لے گئی
اب بچا ہی ہے کیا آشیاں میں مرے
چند تنکے تھے وہ بھی ہوا لے گئی

سماج میں پھیلی بے حیائی و عریانیت، ظلم و جبر، انارکی، خود غرضی، بے مروتی، قتل و غارت گری، بیوفائی اور تہذیبی قدروں کی زبوں حالی کو دیکھنے اور محسوس کرنے کے بعد شاعر مجبور ہوا کہ اپنے مشاہدات و محسوسات اور باطنی کرب کو قلم بند کرے۔ زبیر الحسن غافل نے اپنے احساسات کو

بڑی خوب صورتی اور ہنرمندی کے ساتھ رقم کیا ہے- یہ وہ احساسات ہیں جو انسانی دنیا کی حقائق ہیں، جس کو محسوس کر کے حساس طبیعت شاعر بے چین ہو جاتا ہے، اور اس کا باطن اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اس بے ترتیب زندگی کے خلاف آواز بلند کرے۔ دراصل یہ انسانی فطرت اور نفسیاتی معاملہ بھی ہے، ماہرین نفسیات جانتے ہیں کہ انسانی نفسیات کس طرح سماجی اتھل پتھل سے بیدار ہوتی ہے، جو لوگ اپنے اس انسانی اور فطری عمل کو دبا کر رکھتے ہیں اور سماج و معاشرے میں روز بروز پروان چڑھ رہے غیر فطری رویہ کے خلاف اپنا ردعمل ظاہر کرتے گویا وہ انسانی اور طبعی میلانات کو کچل دیتے ہیں جو کہ فطرت کے عین خلاف ہے۔ انسانی فطرت یہ نہیں ہے کہ ہر سرد و گرم کو گوارا کر لیا جائے بلکہ یہ ہے کہ اس کے احساس کا اظہار بھی کرایا جائے۔

انسان جب تک فطرت سے ہم آہنگ نہیں ہوگا تب تک انسان مسائل و مشکلات سے دوچار ہوتا رہے گا۔ ضروری ہے کہ انسان اپنے احساس کو زندہ کرے کیونکہ جب یہ حس مر جاتی ہے تو پھر انسان ایک لاشہ کی مانند ہو جاتا ہے، پھر سرد و گرم کا اس بے حس انسان پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا اور پھر وہ اپنے موافق اور ناموافق ہر طرح کے حالات کو گوارا کرتا چلا جاتا ہے اور یہی انسان کی طبعی موت ہے۔ احساس ہی انسان کو زبان عطا کرتا ہے، ایک شاعر اسی احساس کے سہارے اپنی باطنی کیفیات کو قلم بند کرتا ہے۔ احساس انسان کا زیور ہے، احساس نہ ہو تو زندہ اور مردہ میں کیا فرق ہے؟ احساس ہی نہ ہو تو ایک بے حس انسان اور ایک حساس انسان میں آپ کیسے تمیز کریں گے؟

زبیر الحسن غافل نے سماج کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ معاشرے کی ایک ایک چیز پر باریکی کے ساتھ نظر رکھتے ہیں- ان کے یہاں طنز اور مزاح صرف تفریح طبع کی غرض سے نہیں ہے بلکہ تعمیری اور اصلاحی غرض سے برتے گئے ہیں- اس ضمن میں قطعہ کے اشعار ملاحظہ فرمائیے:

شیخ جی جب سے میونسپلٹی کے ممبر ہو گئے
دیکھتے ہی دیکھتے ان کا مقدر پھر گیا
ایک بھی تنکا کہیں رہنے نہ پائے اس لیے
شہر میں جھاڑو پھرا داڑھی پہ ریزر پھر گیا

زبیرالحسن غافل نے سماج کو گہرائی سے دیکھا ہے۔ ان کا ہر شعر صرف لطف اندوزی کے لیے نہیں ہے بلکہ اس میں سماج کا درد ہے وہ درد جس کو انسان برداشت کر رہا تھا۔ انہوں نے لوگوں میں پھیلی ہوئی برائی کو بھی شوخیانہ انداز میں اجاگر کیا ہے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے کہ یہ رسم ورواج جسے سماج زبردستی ڈھو رہا ہے اس کی کوئی معنویت نہیں سماج کو اسے ترک کر دینا چاہیے۔ وہ براہ راست کسی پر طنز نہیں کرتے ہیں بلکہ یونیورسل انداز اختیار کرتے ہیں۔

☆☆☆